صریح منافقت ہوگی۔ ایسی صریح اور اس قدر گھناؤنی منافقت کہ اس کے بعد لہم خزی فی الحیاۃ الدنیا و فی الاخرۃ لہم عذاب عظیم، کی آسمانی وعید کے سوا کچھ اور نہیں مل سکتا۔ اور آخرت کی سزائے عظیم تو جب ہوگی تب ہوگی۔ دنیا کے عام قوانین فطرت کے بموجب بھی سوچنا چاہئے، ہمارے زعماء اور ارباب اختیار کو بھی سوچنا چاہئے اور ہمارے عوام کو بھی سوچنا چاہئے۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

یہ بڑی اچھی بات ہے کہ قریبی وقت میں یعنی اس ماہ (فروری ۱۹۷۴ء) کی ۲۲ تاریخ کو لاھور میں مسلم سربراھان ممالک کا اجتماع ھورھا ہے۔ ھماری بڑی امیدیں اس اجتماع سے وابستہ ھیں، اور اگر اس اجتماع سے بھی مسلمانوں کے مابین اتحاد افکار و اتحاد اعمال کی امیدیں وابستہ نہ ھوں تو اور کس سے وابستہ ھوں گی۔؟

یہی وہ حضرات ھیں جن کے ھاتھوں میں آج کل زمام اختیار ہے یہی وہ حضرات ھیں جن کو مسلمانوں نے اپنی گردنوں اور اپنی عزت کا محافظ قرار دے کر اپنی اپنی جگہ پر اختیارات سپرد کئے ھیں، اور یہی وہ حضرات ھیں جو زمین پر اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے اپنے ھر فکر و عمل کے لئے جواب دہ ھیں۔ اور یہی وہ لوگ ھیں جن سے خدائے بزرگ و برتر قیامت کے میدان میں حساب لے گا اور بڑاھی سخت حساب لے گا۔ ھماری دعا ہے کہ یہ لوگ دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ سرخرو ھوں۔ خدا ان کے دلوں میں اخلاص و یقین، ان کے ذھنوں میں فراست و دانائی اور ان کے ارادوں میں عزیمت و استواری عطا فرمائے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ لہٰذا ان واجب الاحترام قائدین سے زیادہ رعیت کے بارے میں خدا کے سامنے

جواب که ہونے والا کہاں سے لایا جائے گا۔

قومیں ارباب اختیار اور مدعیان علم کی غلط انگاری، غلط نگاہی اور غلط کاریوں سے برباد ہوجاتی ہیں۔ جب کسی قوم پر تباہی آنے والی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اس قوم کے ارباب اختیار اور ارباب علم و دانش گمراہی کے راستہ پر چل پڑتے ہیں، اور اس کے بعد عوام ان کی اتباع کرکے تباہی کے گڑھے میں گرتے ہیں۔

خدا کرے یہ ارباب اختیار جو ہزاروں، لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اور اربوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے اور ان کی بہبود کے لئے تدابیر سوچنے کو جمع ہورہے ہیں۔ ایمان اور یقین سے ان کے سینے مملو ہوں۔ ایمانی بصیرت اور فراست مومن سے ان کے دماغ آراستہ ہوں، اور وہ یہ حقیقت ہر وقت یاد رکھیں کہ :-

وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم

اگرچہ یہ دنیا عالم اسباب ہے لیکن ہمیشہ اور ہر موقع پر، اسباب اور صرف اسباب ہی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوتے، اور اگر ایسا بہ ظاہر دکھائی بھی دے تو یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ :-

خدا کی رضا جب کوئی بندہ حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس بندہ ہی کے ہاتھوں سے ایسے اسباب مہیا کردیتا ہے جن کی وجہ سے اسے کامیابی و کامرانی حاصل ہوجاتی ہے۔

چونکہ یہ اجتماع بہت بڑے اور عظیم الشان مقصد کے لئے ہو رہا ہے اور وہ مقصد ہے مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق اور اس ذریعہ سے دنیا میں پائیدار امن کا قیام، اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس اجتماع کو اتنے ہی بڑے خطرات بھی درپیش ہیں، یہ صحیح ہے کہ عوام چاہے کسی ملک کے ہوں، اور چاہے کسی مذہب و ملت کے پابند ہوں، ہمیشہ امن پسند

ہوئے ہیں، لیکن بعض لوگوں کے مفاد کو قیام امن سے نقصان بھی پہنچتا ہے اور نقصان پہنچنے کا ہی اندیشہ ان کو امن عالم کی ہر تدبیر کے خلاف سازشیں کرنے پر تیار رکھتا ہے۔ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ دنیا میں حقیقۃً کوئی پائیدار امن قایم ہوجائے۔ اس لئے اس اجتماع کے مقاصد کو نقصان پہنچانے اور اسے ناکام بنانے کی سازشوں سے یہ لوگ باز نہیں آ سکتے۔

ان میں سے دو قسم کے خطرات تو صاف نظر آرہے ہیں۔

۱۔ اول تو یہودیوں کی طرف سے اسے خطرہ ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتوں کی اعانت و امداد سے یہودیوں نے ہزاروں سال کی سرگردانی کے بعد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو فلسطین میں اپنی ایک حکومت قایم کرلی ہے۔ ادارۂ اقوام متحدہ کی پاس کردہ تجویز اس کی گواہ ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کا حکومت اسرائیل کے قیام میں کیا کردار تھا۔ اب اس کے بعد یہودیوں کا یہ مقصد کہ دنیا بھر سے یہودیوں کو لاکر یہاں بسایا جائے۔ پورا کیسے ہو، رقبۂ زمین صرف چند ہزار مربع میل، اور اس میں بسانا مقصود ہے دو کروڑ سے زاید یہودیوں کو۔ ظاہر ہے کہ اس رقبۂ زمین پر اتنے یہودی بسائے نہیں جاسکتے۔ اب تک صرف تیس لاکھ بسائے جا سکے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اسرائیل کی حکومت گردوپیش کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ یہ سارے علاقے مسلمانوں کے ہیں، اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ جنگ کے بغیر کوئی اپنے آپ کو جلاوطن کرکے اپنا علاقہ کسی کے سپرد نہیں کردیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسرائیل بار بار جنگ چھیڑتا رہے۔ اور مسلمانوں سے لڑتا رہے اور وہ اپنی اس تدبیر پر ۱۹۴۸ء سے اب تک بار بار عمل کرتا رہا ہے، اور عمل کرتا رہے گا۔ وہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن سے نہیں رہ سکتا۔ امن سے اس کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔

یہودیوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے انتظامات کئے ہیں

دنیا میں جہاں کہیں کوئی یہودی ہے حکومت اسرائیل کو اپنی حکومت سمجھتا ہے اور جان و مال سے اس کی امداد کرتا ہے۔ یہاں میں اتحاد و تنظیم کا وہ نقشہ نظر آتا ہے کہ اقوام عالم ان سے سبق لیں۔ اپنی تاریخ پروپیگنڈا کے لئے انہوں نے دنیا کے بہت سے ممالک سے اپنے اخبار و رسائل نکالنے کا سلسلہ بڑی تنظیم اور بڑے اہتمام کے ساتھ شروع کر رکھا ہے۔ ان کے علاوہ مسلمانوں میں عموماً اور خصوصیت کے ساتھ عرب ممالک میں اپنے کارندے پھیلا رکھے ہیں۔ کچھ منافقوں کو انہوں نے خرید لیا ہے اور ان سے کام لے رہے ہیں۔ بعض لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن جہاد کو حرام سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صادق کہتے ہیں۔ لیکن ان کی نبوت کو ہدایت کے لئے ناکافی قرار دے کر اپنے لئے جدید نبی بنا رکھا ہے، یہ لوگ خصوصیت کے ساتھ یہودیوں کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ آسانی کے ساتھ مسلمانوں میں گھل مل جاتے ہیں اور صیہونیوں کی گراں قدر خدمات انجام دیتے ہیں۔ دولت کی تو یہودیوں کے یہاں کوئی کمی نہیں۔ ایسے مبلغان اسلام پر وہ بھی بارش زر کیا کرتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ مسلمانوں میں مایوسی اور افتراق پیدا کرتے ہیں۔

دوسرا خطرہ ان سے ہے جو اسلحہ سازی کے کاروبار کو طلب کی کمی اور کساد بازاری سے بچانے کے لئے چاہتے ہیں کہ ہمیشہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری رہے ورنہ اسلحہ کی مانگ کم ہو کر ان کا کاروبار بیٹھ جائے گا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی حکومتوں میں اس قدر اثر پیدا کر لیا ہے کہ ان کی خارجہ پالیسی ان کے مقاصد کی غلام ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے مفاد کے مطابق اس کی صورتگری کرتے رہتے ہیں۔

[illegible] ہے کہ ان خطرات سے آگاہ رہا جائے۔ [illegible]
[illegible]

کے مقصد اجتماع کو کس کس طرف سے اور کن اسلام کے لوگوں سے خطرات لاحق ہیں۔ یقیناً انہیں خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی یہ ہدایات بھی اچھی طرح یاد ہوں گی کہ

یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا۔ (۳-۱۱۸)

ولا تطع الکافرین و المنافقین (۳۳-۴۸)-

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک مقصد کو ہر خطرہ سے محفوظ رکھے، اور انہیں شاندار کامیابی عطا فرمائے۔ حکومت پاکستان نے یہ کانفرنس طلب کر کے امت مسلمہ کی بلکہ دنیائے انسانیت کی گراں قدر اور بڑی بے مثال خدمت انجام دی ہے۔ اس کے لئے پاکستان ساری دنیا کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے۔

---

۱۲ جنوری ۱۹۷۴ء کو صدر لیبیا جناب کرنل معمر قذافی صاحب اور جناب حبیب بورقیبہ صاحب صدر دولت تونسیہ نے تونس کے قریب ایک جزیرہ میں بیٹھ کر دونوں ملکوں کو ملا کر ایک ملک بنا دینے کا معاہدہ کر لیا اس ملک کا نام ہوگا، الجمہوریة الاسلامیة العربیة۔ اس ملک کا رقبہ اور آبادی یہ ہوگی۔

لیبیا - رقبہ - ۶۷۹۳۵۹ مربع میل - آبادی - ۲۰۰۰۰۰۰

تونسیہ - رقبہ - ۴۸۳۳۲ مربع میل - آبادی ۵۰۰۰۰۰۰

الجمہوریة الاسلامیة العربیة - رقبہ - ۷۲۳۳۷۴ اور آبادی - ۷۰۰۰۰۰۰

لیبیا رقبہ میں بڑا اور ذرائع آمدنی کے اعتبار سے زیادہ خوش حال و دولت مند ہے۔ صدر لیبیا کا اتحاد کے لئے یہ ایثار ہر طرح قابل صد آفرین ہے۔ وہ اس سے پہلے بھی مصر کے ساتھ انضمام کی سعی کرتے رہے ہیں اور مصر تدریجی طور پر مختلف مرحلوں میں انضمام کے لئے راضی ہو گیا تھا۔ لیکن صدر لیبیا